ٹی وی اور ویڈیو کی تصاویر

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

ٹی وی اور تصاویر کا حکم

فوٹو اور ویڈیو کی تصاویر کا حکم

باسمہ تعالیٰ

فوٹو اور ویڈیو کی تصاویر کا حکم

[نوٹ: یہ مضمون دراصل میری کتاب ''ٹیلی ویژن اسلامی نقطۂ نظر سے'' کا ایک ذیلی عنوان ہے جس میں ٹی وی کے پردے پر نظر آنے والی صورتوں کے بارے میں یہ بحث ہے کہ آیا یہ تصویر کے حکم میں ہیں یا عکس کے حکم میں؟ اور چونکہ آجکل اس میں علماء کے مابین بحث ومباحثہ کا بازار گرم ہے، لہٰذا مختصر سے اضافے کے ساتھ اس کو یہاں پیش کیا جارہا ہے اور آخر میں بعض اہم عرب ومصری علماء کے اس سلسلہ میں فتاوے بھی نقل کیے گئے ہیں، جن میں واضح الفاظ میں ان حضرات نے ''ٹی وی'' اور ''ویڈیو'' کی تصویر کو تصویر مان کر ان کو حرام قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ ہمارے اس مضمون میں بعض جگہ اوپر کے کسی مضمون کا یا اوپر درج کسی حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے، اس سے مراد اصل کتاب ''ٹیلی ویژن اسلامی نقطۂ نظر سے'' میں مذکور حوالہ ہے، لہٰذا اس کے لئے اصل کتاب دیکھنا چاہئے]

''ٹی وی'' کی اسکرین پر دکھائی جانے والی تصاویر کا کیا حکم ہے؟ یہ مسئلہ چوں کہ جدید مسائل کی فہرست میں آتا ہے، اس لیے اس کا حکم صراحت کے ساتھ قرآن وحدیث یا فقہاء کے کلام میں نہیں مل سکتا۔

یہاں یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ 'ٹیلی ویژن' کے موجودہ پروگراموں کا اسلامی مزاج کے خلاف ہونا اور اسکی وجہ سے ہزارہا قسم کے خبائث وبرائیوں

کا معاشرہ میں پھیل جانا، ایک ایسی بدیہی بات اور واضح حقیقت ہے جس سے انکار دن کے اُجالے میں سورج کے انکار کے مترادف ہوگا، اس لیے علماء میں سے کوئی بھی اس کی موجودہ حالت کے اعتبار سے اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دیتا۔

لیکن اگر اس کے ذریعہ دینی مقاصد کو بروئے کار لایا جائے اور نیک عمدہ مقصد کے لیے اس کا استعمال کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ کے حل کے لیے سب سے اہم مسئلہ جس پر اس بحث کا مدار ہے، وہ ''ٹی وی'' کے پردے پر ظاہر ہونے والی صورتوں کا حکم ہے، کہ کیا یہ صورتیں ان تصاویر کے حکم میں ہیں جن کی حرمت احادیث سے ثابت ہے یا یہ کہ یہ عکس کے حکم میں ہیں اور جائز ہیں اور دوسری بحث یہ ہے کہ اگر یہ تصویر کے حکم میں ہیں تو کیا دینی ضرورت کی بنا پر ان کو دینی ودعوتی مقصد کے لیے کام میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ہم اس جگہ صرف پہلے مسئلہ پر گفتگو کریں گے۔

علماءِ معاصرین کی آراء

اس بارے میں معاصر علماء کے بنیادی طور پر تین نقاطِ نظر ہیں:

۱- اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ ''ٹی وی'' کے پردے پر ظاہر ہونے والی صورتیں ''تصاویر'' ہیں، جن کو اسلام میں ناجائز قرار دیا گیا ہے اور متعدد احادیث اس کی حرمت پر دال ہیں۔

۲- علماء کا ایک مختصر طبقہ اس کا قائل ہے کہ ''ٹی وی'' کی یہ صورتیں تصاویر تو ہیں مگر وہ تصاویر نہیں جن کو اسلام میں حرام کہا گیا ہے، اس لیے ٹی وی کی تصاویر جائز ہیں، پھر اس جواز کی دلیل میں مختلف توجیہات کی گئی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

بعض نے کہا کہ شریعت میں جن تصاویر کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، ان سے مراد وہ تصاویر ہیں جن کی عبادت و پرستش کی جاتی ہے اور جن کی پرستش نہیں کی جاتی اور وہ محض زیب وزینت کے طور پر رکھی جاتی ہیں، وہ ممنوع نہیں ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ٹی وی کی تصاویر کی پوجا نہیں کی جاتی، اس لیے یہ جائز ہیں۔

بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ ''ٹی وی'' کی تصاویر پامال تصاویر کے حکم میں ہیں کیوں کہ ان تصاویر کو کوئی عظمت کی نگاہوں سے نہیں دیکھتا اور پامال ہونے والی تصاویر شرعاً جائز ہیں۔

۳- ایک طبقۂ علماء کا خیال ہے کہ ''ٹی وی'' کی صورتیں تصاویر نہیں ہیں بلکہ وہ عکس ہیں اور اسلام میں عکس ناجائز نہیں ہے، اس لیے ''ٹی وی'' کی یہ صورتیں جائز ہیں۔ پھر عکس قرار دینے والوں کے مختلف نقاطِ نظر ہیں:

بعض کہتے ہیں کہ ٹی وی کی صورتیں کیمرے کی تصاویر کی طرح ہیں اور کیمرے کی تصاویر بہت سے علماء کے نزدیک جائز ہیں، کیوں کہ کیمرے کی تصویر دراصل عکس ہے، جیسے پانی اور آئینے میں عکس پڑتا ہے۔

بعض کا خیال یہ ہے کہ ''ٹی وی'' کی تصاویر درحقیقت تصاویر نہیں بلکہ وہ محض عکس ہیں، مگر کیمرے کی طرح کا عکس نہیں، کیوں کہ یہ ٹی وی کے پردے پر نظر آنے والی صورتیں دراصل برقی ذرات ہیں، جن کا اپنا کوئی مستقل وجود نہیں ہے اور نہ وہ محفوظ ہوتی ہیں جیسے پانی یا آئینہ میں عکس نظر آتا ہے اور اسلام میں عکس ناجائز نہیں ہے، اس لیے ٹی وی کے پردہ پر دکھائی جانے والی تصاویر جائز ہیں۔

بعض معاصر علماء نے ٹی وی کی صورتوں میں تفصیل کی ہے کہ جو پروگرام غیر مباشر (INDIRECT) ہو اس کی صورتیں تو تصاویر کے حکم میں ہیں کہ اس میں

پروگرام کو اولاً نگیٹیو (NEGATIVE) کے ذریعہ محفوظ کرلیا جاتا ہے اور وقت پر اس کو نشر کیا جاتا ہے، اور جو پروگرام مباشر (DIRECT) ہو اس کی صورتیں عکس کے حکم میں ہیں؛ کیوں کہ اس کی نگیٹیو نہیں بنائی جاتی، بلکہ اس کو براہِ راست نشر کیا جاتا ہے اور وہ صورتیں محض برقی ذرات ہوتے ہیں جن کی کوئی اپنی حیثیت نہیں ہوتی۔

مگر ان میں سے راقم الحروف کے نزدیک جمہور علماء کا نقطۂ نظر ہی صحیح و درست ہے اور باقی نقاطِ نظر غلط فہمیوں کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں؛ کیوں کہ جمہور کی رائے کے مطابق ''ٹی وی'' کی تصاویر بھی حرمت کے حکم میں داخل ہیں اور ان کے اس سے استثناء کی کوئی دلیل نہیں۔ علماء نے جن تصاویر کو حکمِ حرمت سے مستثنیٰ کیا ہے اور وہ بالاتفاق تین اور بالاختلاف چار ہیں، ان میں سے کسی کے تحت ''ٹی وی'' کی تمام تصاویر داخل نہیں، پھر کس بنیاد پر مطلقاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ٹی وی کی تصاویر حرمت کے حکم سے خارج ہیں؟ ہاں اگر کوئی تصویر بالکل چھوٹی ہو یا سر کٹی ہوئی ہو یا پامال ہو تو وہ جائز ہوگی مگر جیسا کہ ظاہر ہے یہ نہ تو تمام تصاویر کا حکم ہے اور نہ ٹی وی کی تمام تصاویر ایسی ہوتی ہیں، بلکہ شاید ایسی ہوتی ہی نہ ہوں۔ اب آیئے ہم ان دلائل کا جائزہ لیں جو جواز کے قائلین نے اس سلسلہ میں بیان کیے ہیں۔

کیا صرف پرستش کی جانے والی تصاویر حرام ہیں؟

ٹی وی کی تصاویر کو جائز قرار دینے والوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ اسلام میں صرف وہ تصاویر ناجائز ہیں جن کی پوجا و عبادت کی جاتی ہے اور جو تصاویر محض زینت و خوبصورتی کے لیے رکھی جاتی ہیں وہ جائز ہیں اور چوں کہ ٹی وی کی تصاویر کی

پوجا نہیں کی جاتی، اس لیے یہ جائز ہیں۔

مگر اہل عقل ودانش پر مخفی نہ ہوگا کہ اس دلیل کو دلیل کہنا ہی غلط ہے، بلکہ بجائے خود یہ ایک دعوی ہے جو محتاج دلیل ہے اور اس پر دلیل قائم کرنا ان لوگوں پر لازم ہے۔

پھر احادیث پر سرسری نظر ڈالنے والا بھی اس کو سمجھ سکتا ہے کہ ان حضرات کی یہ بات صحیح ودرست نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پردہ کے اوپر جو تصویر تھی اور اس پر اللہ کے نبی ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا، وہ تصویر ظاہر ہے کہ عبادت و پوجا کی جانے والی تصویر تو نہیں تھی، (یہ حدیث اصل کتاب میں ہے) کیا کوئی مسلمان اس بات کا قائل ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پردے کی یہ تصاویر پوجا کے لیے تھیں؟ نہیں، بلکہ یہ بھی محض زینت وخوبصورتی کے لیے تھیں، مگر اس کے باوجود اللہ کے نبی ﷺ نے اس کو گوارا نہیں کیا بلکہ اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

کیا یہ دلیل اس بات کے لیے کافی نہیں کہ عبادت کی جائے یا نہ کی جائے، تصویر کا رکھنا ناجائز ہے اور زیب وزینت اور خوبصورتی کے لیے بھی تصاویر کا رکھنا اسلام میں جائز نہیں، اور یہ کہ صرف عبادت کی جانے والی تصاویر کو حرام کہنا صحیح نہیں۔

کیا ''ٹی وی'' کی تصاویر پامال ہیں؟

بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''ٹی وی'' کی تصاویر پامال تصاویر کے حکم میں ہیں؛ کیونکہ ان تصاویر کو کوئی عظمت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، اس لیے حسبِ تصریحِ فقہاء اس کی اجازت ہوگی۔

لیکن یہ بات ناقابل قبول ہے؛ کیونکہ پامال تصاویر فقہاء ان کو کہتے ہیں جن کو

روندا جائے یا ان کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا جائے جو ان تصاویر کی توہین وتذلیل پر دلالت کرے اور احادیث میں بھی یہی بات ملتی ہے؛ کیوں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسی کا حکم دیا تھا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے نبی ﷺ کو بھی اس کے لیے فرمایا تھا، جیسا کہ ہم نے اوپر (کتاب ''ٹیلی ویژن اسلامی نقطۂ نظر سے'' میں) ان احادیث کا حوالہ دیا ہے۔

اور یہ بات بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی ابہام والتباس بھی نہیں کہ 'ٹی وی' کی تصاویر روندی نہیں جاتیں، بلکہ پردے اور اسکرین پر دکھائی جاتی ہیں، جس سے ان کی عظمت شان کا مظاہرہ ہوتا ہے، اگر چہ ان کو عظمت سے نہ دیکھا جائے، مگر اس سے مسئلہ میں کوئی فرق نہیں آتا، کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردے پر جو تصویر لٹکائی تھی، عظمت کی وجہ سے انہوں نے لٹکائی تھی؟ اور کیا اللہ کے نبی ﷺ نے ان کو جو منع کیا وہ صرف اس لیے منع کیا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصویر کو عظمت سے لٹکایا تھا؟ کیا یہ دعویٰ کرنا صحیح ہوگا؟ ہرگز نہیں ہیں؛ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی کیسے یہ امید کرسکتا ہے کہ انہوں نے تصویر کو عظمت کی بنا پر لٹکایا تھا، مگر اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ان کو اس سے منع فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ پامال تصاویر کا مطلب یہ نہیں کہ عظمت نہ کی جائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایسا رویہ بھی اختیار نہ کیا جائے، جس سے ان کی عظمت ظاہر ہوتی ہو اور غور کیجیے کہ کیا ''ٹی وی'' کی تصاویر میں ان کی عظمت کا پہلو، علی وجہ الاتم' موجود نہیں ہے؟ اور کیا اس کی تصاویر کو شان وشوکت سے دکھایا نہیں جاتا؟ اور کیا اس رویہ اور سلوک سے ان کی شان ظاہر نہیں ہوتی؟ پھر کس طرح یہ بات صحیح ہوسکتی ہے کہ ''ٹی وی'' کی تصاویر پامال تصاویر ہیں؟

کیا ''ٹی۔وی'' کی صورتیں عکس ہیں؟

جو علماء ''ٹی وی'' کی صورتوں کو تصاویر نہیں بلکہ عکس مانتے ہیں، ان میں تین قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ جو ٹی وی کی صورتوں کو کیمرے کی تصویر پر قیاس کرتے ہیں، دوسرے وہ جو 'ٹی وی' کی تصویر کو مطلقاً ''برقی ذرات'' سے بنا ہوا ایک عکس مانتے ہیں اور تیسرے وہ ہیں جو اس میں تفصیل کرتے ہیں اور راست نشریہ کو عکس اور بالواسطہ نشریہ کو تصویر کے حکم میں مانتے ہیں۔ اب ہم یہاں پر ان میں سے ہر ایک کا جائزہ لیتے ہیں۔

ٹی وی اور کیمرے کی تصویر

ان میں سے بعض نے ''ٹی وی'' کی صورتوں کو کیمرے کی تصویر مان کر اس کو آئینہ یا پانی کے عکس کے مشابہ قرار دیا ہے اور اس بنا پر ان کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے، اور اس کے جواز کے لیے بہت سے علماء کی طرف اس کے جواز کا قول منسوب کیا ہے، مگر یہ بات صحیح نہیں:

ایک تو اس لیے کہ کیمرے کی تصویر کو پانی کے عکس کی طرح ماننا بداہتاً غلط ہے؛ کیونکہ پانی یا آئینہ کا عکس اولاً تو ناپیدار ہوتا ہے؛ جب تک شی ء ان کے مقابل ہے اس وقت تک وہ نظر آتا ہے اور جب ان کے سامنے سے وہ شی ء ہٹالی جائے تو اس کا عکس بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے برخلاف ''ٹی وی' کی صورتیں اس قبیل سے نہیں ہیں۔ لہٰذا مطلقاً ''ٹی وی'' کی تصویر کو عکس قرار دے کر اس کو جائز کہنا صحیح نہیں ہوسکتا، اور اس کی دلیل ہم عنقریب بیان کریں گے۔

دوسرے اس لیے کہ کیمرے کی تصویر کو بھی اکثر علماء نے ناجائز ہی کہا ہے اور جمہور کی طرف سے جواز کے قائلین کے استدلالات کا مدلل جواب بھی دیا گیا ہے، اس لیے ان کے قول یا فتوے سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور نہ صرف علماء ہند نے جیسا

کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ علماء عرب ومصر نے بھی اسی نقطۂ نظر کو اختیار کیا ہے۔

چنانچہ شیخ علامہ عبداللہ بن عقیل رحمہ اللہ جو ملک عبدالعزیز کے زمانے میں ریاض میں عہدۂ قضاء وافتاء پر مامور رہے، اور بہت بڑے علامہ مانے جاتے تھے، ان سے سوال کیا گیا کہ مجسمہ کی تصویر اور شمسی تصویر میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب آپ نے یہ دیا:

" ولا فرق أن تكون الصورة مجسدةً أو غيرَ مجسدةٍ ، وسواء أُخِذَتُ بالآلة أو بالأصباغ والنقوش أو غيرها لعموم الأحاديث ، و من زعم أن الصورة الشمسية لا تدخل في عموم النهي ، وأن النهي مختصٌّ بالصورة المجسمة وبما له ظل فهذا تفريق بغير دليل "

(اس میں کوئی فرق نہیں کہ تصویر مجسم ہو یا غیر مجسم ہو، اور خواہ وہ آلہ سے لی جائے یا رنگوں اور نقوش وغیرہ سے بنائی جائے؛ کیونکہ احادیث ان سب کو عام وشامل ہیں، اور جس نے یہ خیال کیا کہ شمسی تصویر منع کے حکم میں داخل نہیں اور یہ کہ منع ہونا مجسم صورت اور سایہ دار تصویر کے ساتھ خاص ہے تو یہ تفریق بغیر دلیل ہے)(۱)

اسی طرح شیخ علامہ عبدالرزاق العفیفی جو کبھی مصر کی ''جامعۃ الازہر'' یونیورسٹی میں استاذ تھے اور بعد میں سعودی حکومت میں ''اللجنۃ الدائمۃ'' میں مفتی کے عہدے پر فائز رہے انھوں نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ: " أما التصوير الشمسي لذوات الأرواح فهو محرم و ممنوع ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله و لأن فاعله من أظلم الناس الخ (رہی جاندار کی شمسی تصویر تو وہ حرام وممنوع ہے، کیونکہ اس میں اللہ کی تخلیق سے مشابہت ونقالی ہے اور اس لئے بھی کہ اس کام کو انجام دینے والا ظالم لوگوں میں سے ہے)(۲)

(۱) فتاوی الشیخ عبداللہ بن عقیل: ۲/۵۵۰ (۲) فتاوی الشیخ عبدالرزاق العفیفی: ۲۱۱

اور سعودی عرب کے معروف ادارے "اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء" سے بھی متعدد فتاوی میں یہی بات کہی گئی ہے، مثلاً: ایک سوال کیا گیا ہے کہ فوٹو گرافی کی تصویر شمسی کیا ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویر کے حکم میں داخل ہے؟ جبکہ بعض نے کہا ہے کہ اس میں صرف ایک بٹن دبانا ہوتا ہے، اور ہاتھ سے کوئی کام نہیں ہوتا لہٰذا جائز ہے۔ اور اس شخص نے کویت کے ایک رسالہ میں آپ کی تصویر بھی چھپی ہوئی دکھائی، تو کیا ہم اس کو دلیل جواز سمجھیں؟ اور متحرک تصاویر جیسے ٹیلی ویژن کی تصویر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں "اللجنة الدائمة" نے کہا کہ: "التصوير الفوتوغرافي الشمسي من أنواع التصوير المحرم ، فهو والتصوير عن طريق النسيج والصبغ بالألوان والصور المجسمة سواء في الحكم والاختلاف في وسيلة التصوير وآلته لا يقتضي اختلافا في الحكم ،و ظهور صورتي في مجلتي المجتمع والاعتصام مع فتواي في أحكام الصيام ليس دليلا على إجازتي التصوير ، ولا على رضاي به فإني لاأعلم بتصويرهم لي"

(شمسی تصویر بھی حرام تصویروں کی ایک قسم ہے، پس یہ تصویر اور بُنی جانے والی اور رنگی جانے والی اور ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویر سب برابر ہے، تصویر سازی کے وسیلہ اور آلہ کا مختلف ہونا حکم میں اختلاف کا تقاضا نہیں کرتا، اور میرے حرمت کے فتوے کے باوجود میری تصویر کا مجلّہ "المجتمع" اور "الاعتصام" میں شائع ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ میں نے اجازت دی یا میں اس سے راضی ہوں؛ کیونکہ مجھے ان کے تصویر لینے کا کوئی علم ہی نہیں ہے)(۱)

(۱) فتاوی اللجنة الدائمة: ۱/۴۶۳، رقم الفتوی: ۳۳۷۴

پھر جن حضرات نے شمسی تصویر کو جائز کہا تھا ان میں سے بعض بڑی شخصیات نے اپنے فتوے سے رجوع بھی کرلیا ہے، جیسے حضرت مولانا سید سلیمان ندوی اورامام الہند مولانا ابوالکلام آزادوغیرہ۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے رسالہ'' **كشف السجاف عن وجه فوتوغراف**'' میں اس قسم کے دلائل کا مفصل جائزہ لیا ہے، اس میں کیمرے کی تصویر کو عکس قرار دینے کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ فوٹو گرافی درحقیقت عکاسی ہے، جس طرح آئینہ، پانی اور دوسری شفاف چیزوں پر عکس اُتر آتا ہے، اور اس کو کوئی گناہ نہیں سمجھتا اسی طرح فوٹو کے شیشہ پر مقابل کا عکس اُتر آتا ہے، اور فرق صرف یہ ہے کہ آئینے وغیرہ کا عکس پائیدار نہیں رہتا اور فوٹو کا عکس مسالہ لگا کر قائم کرلیا جاتا ہے، ورنہ فوٹو گرافر اعضاء کی تخلیق وتکوین نہیں کرتا۔ اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات نے فوٹو کی تصویر کو آئینہ، پانی وغیرہ کے عکس پر قیاس کیا ہے، یعنی جس طرح آئینے کے عکس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ایسے ہی فوٹو کی تصویر بھی ایک عکس ہے، پھر اس کو کیوں حرام کیا جائے؟

لیکن اگر ذرا تامل سے کام لیا جائے تو واضح ہوجائے گا کہ قیاس اصولِ قیاس کے قطعاً خلاف ہے اور ایک عالم کی شان اس سے بہت اعلیٰ ہونی چاہئے کہ وہ ایسی ظاہر الفرق چیزوں میں فرق نہ کرے اور ایک پر دوسرے کا حکم نافذ کردے، فوٹو کی تصویر اور آئینے وغیرہ کے عکس میں چند نمایاں فرق ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- سب سے بڑا فرق تو یہی ہے جس کو خود یہ حضرات بھی تسلیم کرتے ہوئے ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں: ''فرق صرف یہ ہے کہ آئینے وغیرہ کا عکس قائم اور

پائیدار نہیں رہتا اور فوٹو کا عکس مسالہ لگا کر قائم کرلیا جاتا ہے''۔

مگر وہ اس فرق کو قلیل سمجھ کر نظر انداز کرنا چاہتے ہیں، حالاں کہ یہی فرق تصویر اور عکس میں مابہ الامتیاز ہے، عکس جس وقت تک مسالہ لگا کر پائیدار نہ کرلیا جائے اس وقت تک وہ عکس ہے؛ اور جب اس کو مسالہ کے ذریعے سے پائیدار اور قائم کرلیا جائے وہی عکس عکس کی حدود سے نکل کر تصویر بن جاتا ہے؛ کیونکہ عکس، صاحبِ عکس کا ایک عرض ہے جو اس سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آئینہ، پانی وغیرہ میں جب تک کہ ذی عکس انکے مقابل رہتا ہے اس وقت تک عکس باقی رہتا ہے اور جب وہ ان کے محاذات سے ہٹ جائے تو عکس بھی اس کے ساتھ چل دیتا ہے۔ دھوپ میں آدمی کھڑا ہوتا ہے اور اس کا عکس زمین پر پڑتا ہے، مگر اس کا وجود آدمی کے تابع ہوتا ہے، جس طرف یہ چلتا ہے عکس بھی اس کے ساتھ چلتا ہے، زمین کے کسی خاص حصہ پر اس کا قائم اور پائیدار ہونا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کسی مسالہ یا نقش اور رنگ کے ذریعہ سے اس کی تصویر نہ کھینچ لی جائے۔

حاصل یہ ہے کہ عکس جب تک کہ مسالہ وغیرہ کے ذریعہ سے پائیدار نہ کرلیا جائے اس وقت تک وہ عکس ہے، اور جب اس کو کسی طریقہ سے قائم و پائیدار کرلیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے۔

اور عکس جب تک عکس ہے نہ شرعاً اس میں کوئی حرمت ہے اور نہ کسی قسم کی کراہت، خواہ وہ آئینہ، پانی یا کسی اور شفاف چیز پر ہو یا فوٹو کے شیشہ پر اور جب اپنی حد سے گزر کر تصویر کی صورت اختیار کرے گا، خواہ وہ مسالہ کے ذریعہ سے ہو یا خطوط ونقوش کے ذریعہ سے اور خواہ یہ فوٹو کے شیشہ پر ہو یا آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر، اس کے سارے احکام وہی ہوں گے جو تصویر کے متعلق ہیں۔

غرض یہ کہ مسالہ لگا کر پائیدار کرنے سے پہلے پہلے صورت کا عکس فوٹو کے شیشہ پر بھی ایسا ہی حلال اور جائز ہے جیسے آئینہ، پانی وغیرہ میں، اور مسالہ لگا کر آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر بھی عکس کو پائیدار کر لینا ایسا ہی حرام و ناجائز ہے جیسا کہ فوٹو کے آئینہ پر۔

آج اگر کوئی مسالہ ایسا ایجاد کیا جائے کہ جب اس کو آئینہ پر لگایا جائے تو اس کے مقابل صورت اس میں قائم ہو جائے یا کوئی شخص اس صورت کو قلم وغیرہ سے آئینہ پر نقش کر دے تو یقیناً اس آئینہ کی صورت کا وہی حکم ہوگا جو تمام تصاویر کا ہے۔

۲- دوسرا فرق آئینے وغیرہ کے عکس اور فوٹو کی تصویر میں یہ بھی ہے کہ آئینے کے عکس میں مشابہت کفار لازم نہیں آتی اور فوٹو میں لازم آتی ہے، یا پانی وغیرہ میں چہرہ دیکھنا کفار کا خاص شعار نہیں بلکہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے بھی ثابت ہے اور فوٹو کا دیواروں وغیرہ میں لگانا عموماً کیتھولک اور دیگر تصاویر پرست فرقۂ کفار کے عمل کے مشابہ ہے۔

۳- ایک فرق یہ بھی ہے کہ عرف میں آئینے وغیرہ کے عکس کو کوئی تصویر نہیں کہتا اور فوٹو کو تصویر کہا جاتا ہے، اس لیے فوٹو کے احکام تصویر کے احکام ہونا چاہئے نہ عکسِ آئینہ کے۔

یہ تین نمایاں فرق ہیں جو فوٹو کی تصویر کو آئینے وغیرہ کے عکس سے ممتاز کر دیتے ہیں، اس لیے فوٹو کی تصویر کو آئینے کے عکس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہوگا جو شرعاً وعقلاً مردود ہے۔(۱)

ان تین کے علاوہ بعض حضرات نے کچھ اور فرق بھی ان میں بتائے ہیں، مثلاً

☆عکس کے لئے کسی مصور کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ عکس تو خود ہی بلا مصور

(۱) آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام: ۱۴۱-۱۴۴

کے ظاہر ہوتا ہے،اس کے برخلاف تصویر مصور کی محتاج ہوتی ہے، جب کوئی مصور تصویر کشی کرے گا تو وہ وجود میں آتی ہے۔اور یہ ظاہر ہے کہ کیمرے میں بھی اور ٹی وی میں بھی مصور کی ضرورت ہوتی ہے،لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ تصویر کے حکم میں ہیں۔

☆ایک فرق یہ ہے کہ عکس میں کسی فتنہ،فساداور شرک کا اندیشہ نہیں،جبکہ تصویر میں ان سب امور کا خدشہ ہے،اور نہ صرف خدشہ بلکہ ان کا وقوع بھی مشاہد ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ کیمرے کی تصویر بھی اسلام میں ناجائز ہے جس طرح کہ وہ تصویر جو ہاتھ سے بنائی جاتی ہے۔اور جب ان کا حرام ہونا ثابت ہوگیا تو ''ٹی وی'' کی تصاویر کا حکم بھی معلوم ہوگیا کہ وہ بھی ناجائز ہیں؛ کیوں کہ ''ٹی وی'' کی تصاویر کو بھی اس دلیل سے جائز کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کی بنیاد پر کیمرے کی تصاویر کو جائز قرار دینے کی کوشش کی گئی تھی،اوراس دلیل کا حشر دیکھ لیا گیا اور جواز کی کوئی اور دلیل ہے نہیں،اس لیے یہ بھی ناجائز ہے۔

''ٹی وی''اور برقی ذرات

جوحضرات ''ٹی وی'' کی صورتوں کو مطلقاً خواہ براہ راست نشر کی جائیں یا بالواسطہ نشر کی جائیں،عکس مانتے ہیں اوران صورتوں کو''برقی ذرات'' کا ایک مرتب مجموعہ قرار دیتے ہیں، وہ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ ''ٹی وی'' کے پردے پر محض ''برقی ذرات'' کا ایک تسلسل ہوتا ہے، جو دیکھنے والے کی آنکھوں کو تصویر کی شکل میں نظر آتا ہے، ورنہ وہاں حقیقت میں کوئی تصویر نہیں ہوتی،ان حضرات نے اس قسم کی تصاویر کو پانی اورآئینہ کے عکس پر قیاس کیا ہے، کہ جس طرح یہ جائز ہے اسی طرح ''ٹی وی'' کی تصویر بھی 'عکس' ہونے کی وجہ سے جائز ہونا چاہئے۔

مباشر وغیر مباشر پروگرام کا حکم؟

اور جو حضرات ''ٹی وی'' کے پروگراموں میں مباشر وغیر مباشر کی تفریق کے قائل ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ مباشر پروگرام میں چوں کہ پہلے سے کوئی فلم اور نگیٹیو نہیں بنائی جاتی، اس لیے اس پر دکھائی جانے والی تصاویر عکس کے حکم میں ہیں؛ اور غیر مباشر پروگرام میں چوں کہ اولاً فلم اور نگیٹیو بنائی جاتی ہیں، پھر اسی کی مدد سے پروگرام نشر کیا جاتا ہے، اس لیے ''ٹی وی'' کی صورتوں کو بھی اسی کا حکم دیتے ہوئے تصاویر قرار دیا جائے گا۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہم نے لکھا ہے کہ:

''ٹی وی'' پر ذی روح کی تصویر اگر نگیٹیو لینے کے بعد اس کے ذریعہ نشر کی جائے تب تو اس کا حکم تصویر کا ہے۔ اور اگر براہِ راست اس طرح ٹیلی کاسٹ کیا جائے کہ فلم بنائی ہی نہ جائے تو یہ عکس ہے اور اس وقت درست ہے جب کسی خاتون کو سامنے نہ لایا جائے اور نہ غیر اخلاقی مقاصد کے لیے اس کا استعمال کیا جائے۔''(۱)

مذکورہ دلائل کا جائزہ

مگر یہ بات ایک اندازہ وتخمینہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور تحقیق کے عمل سے گزرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ''ٹی وی'' کی صورتوں کو محض عکس قرار دینا اور اس کے مباشر وغیر مباشر پروگراموں میں فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس کی تفصیل وتحقیق یہ ہے کہ ''ٹی وی'' پر جو بھی پروگرام نشر کیا جاتا ہے، یہ کیمرے (CAMERA) ہی کی مدد سے کیا جاتا ہے اور کیمرا ''ٹی وی'' کی صنعت

(۱) جدید فقہی مسائل: ۳۵۰/۱

کاری کے لیے سب سے زیادہ اہم خدمت گار کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ کیمرے وہی ہوتے ہیں جو عام اسٹوڈیو(STUDIO) میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

آر.آر.گلاٹی نے جو''ٹیلی ویژن انجینیر نگ'' کے موضوع پر متعدد کتابوں کا مصنف ہے، اس سلسلہ میں لکھا ہے:

The Studio camera is the work-horse of the television industry (Modern Television Practice, p: 33)

(اسٹوڈیو میں استعمال ہونے والا کیمرا''ٹیلی ویژن صنعت'' کے لیے بہت زیادہ معین و مددگار اور اہم ہے)

اور یہ کیمرا پہلے کسی بھی منظر کو (جسے ٹی وی پر لانا ہوتا ہے) Lens لینس کے ذریعہ اپنے اندر اُتارتا ہے اور بالکل اسی طرح جیسے عام فلم میں الٹی تصویر (Inverted image) اُتاری جاتی ہے، پھر کیمرے میں موجود اس تصویر کو ایک دوسرے عمل سے گزارا جاتا ہے جس کو (Scanning process) کہا جاتا ہے، اس میں یہ ہوتا ہے کہ کیمرے کی تصویر کو ایک ٹیوب کی مدد سے 'برقی ذرات' (Electric signals) یا 'برقی لہروں' میں تبدیل کیا جاتا ہے؛ کیوں کہ ''ٹی وی'' کے پردے پر کیمرے کی تصویر براہِ راست منتقل نہیں ہو سکتی، اس لیے اس تصویر کو اس قابل بنانے کے لیے کہ وہ ''ٹی وی'' کے پردے پر نظر آ سکے، ضروری ہے کہ اس کو 'برقی ذرات' میں تبدیل کیا جائے، اور یہ عمل بڑی تیز رفتاری کے ساتھ اس طور پر ہوتا ہے کہ تصویر کا ایک ایک جزء ''ٹی وی'' کی اسکرین پر 'برقی ذرہ' کی شکل میں منتقل ہوتا ہے اور یہ تمام برقی اجزا مل کر ایک مکمل تصویر معلوم ہوتے ہیں اور یہ عمل ایک سکینڈ میں کئی کئی دفعہ دہرایا جاتا ہے تا کہ وہ تصویر اس قابل بن جائے کہ نظر آ سکے۔

یہ تفصیل ہم نے متعدد ''ٹیلی ویژن انجینیر نگ'' کی کتابوں سے لی ہے، آر.آر.گلاٹی کی (Modern Televesion Practice) اور اسی مصنف کی دوسری کتاب (Monochrome and Colour Television) اور آروند، یم ڈھاکے کی (Television Ingineering) ان تمام کتابوں میں یہ تفصیل موجود ہے، اب اس پر غور کرنا چاہئے کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اس سے چند امور پر روشنی پڑتی ہے:

۱- ایک تو اس بات پر کہ ٹیلی ویژن کے پردے پر نظر آنے والے مناظر دو مرحلوں سے گزارے جاتے ہیں، ایک مرحلہ میں وہ کیمرے میں تصویر کی شکل میں اُتارے جاتے ہیں، اور دوسرے مرحلے میں ان کو scanning کے ذریعہ برقی ذرات میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

۲- دوسرے اس بات پر کہ یہ 'scanning' (اسکیننگ) کا کام نہایت تیز رفتاری کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک سکینڈ میں متعدد دفعہ اس مرحلے سے تصویر کو گزارا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ممکن ہے کہ تصویر کا کیمرے میں اُتارا جانا محسوس نہ کیا جائے۔

۳- ایک بات یہ بھی اس سے معلوم ہوتی ہے کہ ''ٹیلی ویژن'' کے لیے استعمال کیے جانے والے کیمرے اسی قسم کے ہوتے ہیں جو 'اسٹوڈیو' میں استعمال کیے جاتے ہیں اور وہی کام بھی وہ انجام دیتے ہیں جو 'اسٹوڈیو' کے کیمروں کا کام ہے۔

۴- ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ان کیمروں کے ذریعہ جو تصویر لی جاتی ہے وہ فلم کی طرح اُلٹی ہوتی ہے جس کو اسکین (Scan) کر کے اس قابل

بنایا جاتا ہے کہ وہ منظر کشی کے کام آئے۔

یہ تمام امور وہ ہیں جو اوپر دی ہوئی تفصیلات سے واضح طور پر معلوم ہوتے ہیں اور ''ٹیلی ویژن ٹکنالوجی'' سے متعلق کتابوں میں مذکور ہیں۔

اب اس پر غور کیجیے کہ جو صورتیں 'ٹی وی' کے پردے پر ظاہر ہوتی ہیں، وہ بہر صورت ''ٹی وی کیمرے'' کی مدد اور اس کے واسطے ہی سے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ کیمرے اولاً منظر اور سین کی اُلٹی تصویر (Inverted image) اُتارتے ہیں، پھر اسکیننگ کے ذریعہ اس کو 'برقی ذرات' میں تبدیل کر کے اس کا 'سیدھا عکس' پردے پر اُبھارا جاتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کیمرے میں اُتاری جانے والی تصویر محض عکس نہیں ہوتا، بلکہ وہ تصویر ہوتی ہے؛ کیوں کہ وہ بھی اگر 'عکس' ہی ہوتا تو پھر اس کو اسکیننگ کا واسطہ بنانے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی، بلکہ سین اور منظر کو اس کے بغیر ہی اسکین کر کے پردے پر لایا جا سکتا، مگر ایسا نہیں ہے بلکہ تصویر کو اسکیننگ کا واسطہ بنایا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ کیمرے میں محض برقی ذرات نہیں بلکہ تصویر ہوتی ہے جس کو اسکین کیا جاتا ہے۔

اس وضاحت سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ 'ٹی وی' کے پردے پر نظر آنی والی ہر صورت دراصل 'کیمرے کی تصویر' کا عکس ہوتا ہے، مگر یہ عکس، تصویر کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے، اس لیے جو حکم ذریعہ کا ہوگا وہی اس سے حاصل ہونے والی چیز کا بھی ہوگا، اسی لیے باتفاق علماء یہ بات طے ہے کہ 'فلم' کی تصویر حرام ہے کیو ں کہ 'فلم' بھی اگرچہ پردے پر نظر آنے والی صورت کے لحاظ سے عکس ہے، مگر اس لحاظ سے کہ اولاً کیمرے میں اس کی تصویر اُتاری جاتی ہے اور اسی تصویر کو اس 'فلم' کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، وہ تصویر کے حکم میں ہے، اس لیے علماء نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔

لہٰذا ''ٹی وی'' کے پردے پر اُبھرنے والی صورت بھی اسی کے مثل ہے، اس لیے یہ بھی تصویر ہی ہے اور اس لیے ناجائز ہے۔

ٹی وی کی صورتوں کو عکس قرار دینا صحیح نہیں

اور اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ''ٹی وی'' پر پروگرام خواہ براہِ راست نشر کیا جائے یا بالواسطہ نشر کیا جائے، ہر صورت میں کیمرے کی تصویر، اس کے لیے لازم ہے اور اس کے بغیر کوئی پروگرام نشر نہیں کیا جاسکتا، اس لیے جس طرح 'فلم' کی تصویر کو علماء نے اس وجہ سے ناجائز کہا ہے کہ یہ تصویر اور نگیٹیو کے واسطے سے نشر کی جاتی ہے اور تصویر ہی کے حکم میں ہے، اسی طرح ''ٹی وی'' کی صورت کو بھی تصویر ہی کے حکم میں مانا جائے گا۔

مباشر وغیر مباشر پروگرام میں فرق؟

اب رہا یہ سوال کہ اگر تصویر ہر صورت میں لازم ہے اور اس کے بغیر کوئی پروگرام نشر نہیں کیا جاسکتا تو پھر مباشر اور غیر مباشر پروگرام میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غیر مباشر (Indirect) نشر ہونے والے پروگرام میں کیمرے کی تصویر کو نگیٹیو کی شکل میں محفوظ کرلیا جاتا ہے اور مباشر (Direct) نشر ہونے والے پروگرام میں اس تصویر کو محفوظ نہیں رکھا جاتا۔ مگر اس سے اصل مسئلہ پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا؛ کیوں کہ محفوظ ہونے اور محفوظ رہنے میں کوئی فرق مسئلہ کے لحاظ سے نہیں ہے، اس لیے کہ تصویر کیمرے میں ایک منٹ کے لیے اتاری جائے یا ایک گھنٹہ کے لیے یا اس سے کم یا زیادہ وقت کے لیے، حکم کے لحاظ سے اس میں کوئی فرق نہیں، بہر حال دونوں باتیں ناجائز ہیں اور علماء نے تصریح کی ہے کہ تصویر سازی مطلقاً حرام ہے۔

غرض یہ کہ ''ٹی وی'' کی صورتیں تصویر ہی کے حکم میں ہیں، خواہ نگیٹیو (Negative) لینے کے بعد نشر کی جائیں یا بغیر اس کے راست طور پر نشر کی جائیں۔ الحاصل ''ٹی وی'' کے پردے پر آنے والی صورتیں محض عکس نہیں بلکہ یہ تصاویر ہیں، جن کا بنانا اور دیکھنا حرام و ناجائز ہے۔

تصویر ہونے کی واضح دلیل

اوپر کی تفصیل سے ایک بات واضح ہوگئی، وہ یہ کہ 'ٹی وی' کے کیمرے سے جو تصویر اُتاری جاتی ہے، وہ مباشر و غیر مباشر دونوں ہی قسم کے پروگراموں میں محفوظ ہوتی ہے، فرق صرف بعد میں اس کے محفوظ رکھنے اور نہ رکھنے کا ہے، کہ غیر مباشر میں کیمرے سے تصویر کو نگیٹیو کی شکل میں محفوظ رکھا جاتا ہے اور مباشر میں محفوظ نہیں رکھا جاتا اور اس کی دلیل کہ ہر پروگرام محفوظ ہوتا ہے، یہ ہے کہ راست نشریہ میں بھی بسا اوقات کسی مصلحت وضرورت سے دوبارہ اسی منظر کو دکھایا جاتا ہے یعنی (replay) کیا جاتا ہے، اگر راست نشر ہونے والا پروگرام محفوظ نہ ہوتا تو پھر یہ کیوں کر ممکن ہوا کہ اسی پہلے منظر کو دوبارہ نشر کیا جائے؟

میں نے متعدد لوگوں سے اس سلسلہ میں معلومات حاصل کیں اور سب نے یہ بتایا کہ میچ وغیرہ بعض راست نشریوں میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی ضرورت یا مصلحت سے دوبارہ پہلے منظر کو لوٹایا جاتا ہے، مثلاً کسی کھلاڑی کے ناکام ہونے کی وجوہات واسباب پر روشنی ڈالنے کے لیے دوبارہ گزرا ہوا منظر دکھایا جاتا ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ راست طور پر نشر کیے جانے والے پروگرام بھی محفوظ ہوتے ہیں، ورنہ اس کا کوئی امکان نہیں کہ آنے جانے والے عکس کو دوبارہ نشر کیا جاسکے۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوجاتی ہے جو ٹی وی کی صورتوں کو راست نشریہ کی صورت

میں عکس مانتے ہیں، کیوں کہ عکس، منظر کے سامنے نہ ہونے کی صورت میں دکھائی نہیں دیتا، مگر یہاں تو دکھائی دے رہا ہے، پھر وہ کیسے عکس ہوگیا؟

دوسری دلیل

نیز ایک اور دلیل ''ٹی وی'' کی صورتوں کے تصویر ہونے کی یہ ہے کہ عرفِ عام میں اس کو تصویر ہی کہا اور مانا جاتا ہے، اسی طرح ''ٹی وی'' کی ٹکنالوجی پر لکھی گئی کتابوں میں بھی اس کو عام طور پر { picture } یعنی 'تصویر' کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اور ایسے معاملات میں عرف بھی ایک دلیل کا کام کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیمرے کی تصویر کے عکس نہ ہونے اور تصویر ہونے پر ایک استدلال یہ بھی کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

''عرف میں آئینے وغیرہ کے عکس کو کوئی تصویر نہیں کہتا اور فوٹو کو تصویر کہا جاتا ہے، اس لیے فوٹو کے احکام تصویر کے احکام ہونا چاہئے نہ کہ عکسِ آئینہ کے۔''(۱)

معلوم ہوا کہ عرف بھی اس سلسلہ میں ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے اور حضرات علماء نے اس سے استدلال کیا ہے، لہٰذا اس اصول پر اگر ''ٹی وی'' کی صورتوں کو پرکھا اور دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی صورتیں بھی تصویر ہی ہیں، کیوں کہ عرفِ عام میں سب لوگ اس کو تصویر ہی کہتے اور سمجھتے ہیں۔

مفتی تقی عثمانی زید مجدہم کے نظریہ کا جائزہ

اس موقعہ پر یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے بھی اسی نظریہ کو اختیار کیا ہے، کہ ''ٹی وی'' کی صورتیں براہ راست

(۱) آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام: ۱۴۱-۱۴۴

نشر ہونے کی شکل میں عکس کے حکم میں اور فلم بنانے کے بعد اس کے واسطے سے نشر ہونے کی صورت میں تصویر کے حکم میں ہیں اور اسی بنیاد پر آپ نے راست پروگرام کو جائز اور اس کی صورتوں کو تصویر سے خارج قرار دیا ہے اور فلم کے ذریعہ نشر کیے جانے والے پروگرام کو ناجائز اور ان صورتوں کو تصویر کے حکم میں قرار دیا ہے۔

چنانچہ آپ نے " **تكملة فتح الملهم** " میں یہ سوال قائم کرتے ہوئے کہ کیا "ٹی وی" کو تصویر کی بنا پر حرام قرار دیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ:

"فإن لهٰذا العبد الضعيف فيه وقفةً ، وذلك لأن الصورة المحرمة ماكانت منقوشةً أومنحوتةً بحيث يصح لها صفة الاستقرارعلى شيءٍ ، وهى الصورة التي كان الكفار يستعملونها للعبادة ، أما الصورة التي ليس لها ثبات و استقرار، وليستُ منقوشةً على شيءٍ بصفة دائمة فإنها بالظل أشبه منها بالصورة ، ويبدو أن صورة التلفزيون و الفيديو لاتستقر على شيء في مرحلةٍ من المراحل إلا إذا كان في صورة "فيلم". فإن كانت صور الانسان حيةً بحيث تبدو على الشاشة في نفس الوقت الذي يظهر فيه الإنسان أمام الكيمرا فإن الصورة لا تستقر على الكيمرا و لا على الشاشة ، وإنما هى أجزاء كهربائية تنتقل من الكيمرا إلى الشاشة وتظهر عليها بترتيبها الأصلي ثم تفنى وتزول."

(اس عبد ضعیف کو اس میں توقف ہے اور یہ اس لیے کہ حرام تصویر وہ ہے جو نقش کی گئی ہو یا تراشی گئی ہو اس طرح کہ وہ کسی چیز پر ثابت و محفوظ ہو جائے، اور وہ ایسی تصویر ہے جس کو کفار عبادت کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔ رہی وہ تصویر جس کو قرار و ثبات نہیں ہے اور وہ علی صفۃ الدوام کسی شئ پر منقوش نہیں ہے تو وہ تصویر سے

زیادہ عکس کے مشابہ ہے ۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ ''ٹیلی ویژن'' اور''ویڈیو'' کی تصاویر کسی بھی مرحلہ میں ثابت ومستقر نہیں ہوتیں مگر اس وقت جب کہ فلم کی شکل میں ہوں، پس اگر انسانوں کی تصاویر اس طرح راست نشر ہوں کہ وہ پردے پر اسی وقت میں ظاہر ہوں جس وقت انسان کیمرے کے سامنے ظاہر ہو تو وہ صورت نہ تو کیمرے میں مستقر ومحفوظ ہوتی ہے اور نہ پردے پر ثابت ہوتی ہے، بس وہ تو برقی ذرات ہیں جو کیمرے سے اسکرین کی جانب منتقل ہوتے ہیں اور پردے پر اپنی اصلی ترتیب کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں اور پھر فنا وزائل ہوجاتے ہیں۔''(۱)

اسی طرح آپ نے اپنے ''درسِ ترمذی'' میں ''ٹی وی'' پر پیش کیے جانے والے پروگراموں کو تین قسموں پر تقسیم کیا ہے:

ا- پہلے تصویر بنائی جائے اور پھر اس کو''ٹی وی'' پر پیش کیا جائے، یہ ناجائز ہے

۲-جس میں فلم کا واسطہ نہ ہو بلکہ وہ براہ راست ٹیلی کاسٹ کی جائے، یہ عکس ہے، اس کو تصویر قرار دینے میں آپ کو تأمل ہے۔ بلکہ آپ اس کو تصویر کے حکم سے خارج مانتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ عکس کسی جگہ ثابت اور مستقر علی صفۃ الدوام نہیں ہے اور تصویر وہی ہے جو علی سبیل الدوام ثابت ومستقر ہو۔

۳-ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ دکھایا جائے۔ یہ بھی عکس ہے، اس کو بھی تصویر قرار دینا مشکل ہے۔

اور آپ نے اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ جو چیز ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہوتی ہے وہ صورت نہیں ہوتی، بلکہ وہ برقی ذرات ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر ویڈیو کیسٹ کی ریل کو خوردبین لگا کر بھی دیکھا جائے تو اس میں تصویر نظر نہیں آتی۔ (۲)

مگر احقر کو حضرت مولانا دامت برکاتہم کے اس کلام میں کئی وجہ سے کلام

(۱) تکملۂ فتح الملہم: ۱۶۴/۴ (۲) دیکھو درسِ ترمذی: ۳۵۱/۵-۳۵۲

ہے، جسے میں یہاں بالترتیب پیش کرتا ہوں اور میں حضرت والا کی خدمت میں باادب یہ گزارش کرتا ہوں کہ اپنی اس رائے پرنظر ثانی فرمائیں۔

۱-ایک تو اس وجہ سے کہ مولانا محترم نے جو یہ فرمایا کہ ''حرام تصویر وہ ہے جو منقوش (نقش کی ہوئی) ہو یا منحوت (تراشی ہوئی) ہو'' اس میں آپ نے ممنوع تصویر کو صرف دو صورتوں میں منحصر کر دیا ہے، حالاں کہ بات ایسی نہیں ہے، کیوں کہ منقوش و منحوت کے ساتھ وہ تصویر بھی ناجائز ہے جو مدہون (رنگ کی ہوئی) یا منقور (کھدی ہوئی) ہو یا منسوج (بُنی ہوئی) ہو۔

چنانچہ امام ابن حجرؒ عسقلانی نے فرمایا کہ:

'' ویستفاد منه أنه لافرق بین أن تکون الصورة لهاظل أو لا، و لا بین أن تکون مدهونةً أو منقوشةً أو منقورةً أومنسوجةً.''(۱)

معلوم ہوا کہ صرف دو ہی صورتوں میں حرام تصویر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کی اور بھی شکلیں علماء نے بیان کی ہے، اس لیے صرف دو شکلوں میں حرام تصویر کو منحصر کرنا صحیح نہیں، الا یہ کہ ہم مولانا موصوف کے کلام میں تاویل سے کام لیتے ہوئے یوں کہیں کہ مولانا نے منقوش کے لفظ سے ان ساری شکلوں کو مراد لیا ہے۔

۲-دوسرے اس وجہ سے کہ مولانا موصوف نے فرمایا کہ ''یہی منقوش و منحوت تصاویر ہیں جن کو کفار عبادت کے لیے استعمال کرتے تھے، اس لیے ممنوع وہی تصویر ہوگی جو منحوت یا منقوش ہو'' مگر یہ بات بھی محل نظر ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور کے کفار تو صرف منحوت (تراشے ہوئے بت) کی پوجا کرتے تھے، اُس دور میں منقوش کی پوجا نہیں ہوتی تھی، اور اسی وجہ سے مصری علماء اور بعض دیگر حضرات نے کیمرے کی تصویر کے بارے میں جواز کا قول کیا ہے کہ اُس دور میں کفار اس قسم کی

(۱) فتح الباری: ۱۰/۳۹۰

تصویر کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ تو ہاتھوں سے بت تراش کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ ہاں بعد کے ادوار میں کفار میں اور بالخصوص ہندی اقوام میں اس کا بھی رواج ہوگیا کہ نقش کی ہوئی اور کیمرے سے لی گئی تصاویر کی بھی عبادت کرنے لگے۔

پس اگر مولانا کا منشأ اس عبارت سے یہ ہے کہ اُس دور میں کفار جس تصویر کی عبادت کرتے تھے، حرام صرف اسی قسم کی تصویر ہے تو اُس دور میں صرف تراشیدہ بت پوجے جاتے تھے اور نقش کی ہوئی تصاویر کی پوجا نہیں کی جاتی تھی، اس لیے صرف تراشیدہ تصویر ہی حرام ہونا چاہئے، حالاں کہ یہ بات جمہور علماء کے خلاف ہے اور خود حضرت مولانا بھی اس کے قائل نہیں ہیں۔

اور اگر یہ مراد ہے کہ غیراللہ کی عبادت و پرستش کا ذریعہ بننے والی تصویر حرام ہے، خواہ وہ منحوت ہو یا منقوش ہو، تب تو یہ بات صحیح ہے، لیکن تصاویر کو صرف دو شکلوں میں منحصر کرنے کی بات غلط ہوجاتی ہے؛ کیوں کہ جس طرح کسی زمانے میں تراشیدہ بت شرک کا ذریعہ بنے ہوئے تھے اور اس لیے تصویر کو حرام قرار دیا گیا، اسی طرح بعد میں منقوش تصویر بھی ذریعۂ شرک بن گئی۔ اور یہ بھی خارج از امکان نہیں کہ 'ٹی وی' کی صورتوں کو بھی کفار ذریعۂ بت پرستی بنالیں، لہٰذا اس کو خارج قرار دینے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

دوسرے علاقوں کا حال تو مجھے نہیں معلوم، البتہ ہمارے یہاں آج کل کفار نے ایک ایسی شکل کو بھی ذریعۂ شرک بنالیا ہے کہ اس سے قبل اس کا شاید تصور بھی نہ کیا جاسکتا ہو، وہ یہ کہ بجلی کے قمقموں (لائٹوں) کو جوڑ کر اور ترتیب دے کر اس سے بتوں اور باطل معبودوں کی شکل بناتے ہیں اور ان کو عید میں (اپنی عادت کے مطابق) گلی کو چوں میں گھماتے ہیں۔ اس میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر ان قمقموں کو الگ الگ کر کے دیکھا جائے تو کوئی صورت نہیں ہوتی، بلکہ وہ تو صرف قمقمے ہوتے ہیں، ان کو

یہ لوگ بالترتیب جوڑ دیتے ہیں جس سے ایک شکل سی بن جاتی ہے؛ مگر اس کے باوجود میں نہیں سمجھتا کہ کوئی عالم تو عالم، معمولی دین کا علم رکھنے والا بھی اس قسم کی تصویر کو جائز سمجھتا ہو۔

اس سے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حرام تصویر جو پوجا کے لیے استعمال کی جاتی تھی، وہ کبھی تو صرف تراشیدہ بت تھے اور بعد میں نقش کی ہوئی اور کیمرے سے لی گئی تصاویر بھی پوجی جانے لگیں، حالاں کہ اس سے قبل وہ پوجی نہیں جاتی تھیں، مگر علماء نے ان کو بھی ناجائز ہی قرار دیا تھا، اسی طرح ابھی میں نے ہمارے علاقوں میں رائج شکل کا ذکر کیا ہے، اس سے قبل اس کا کوئی تصور تک نہیں کیا جاسکتا تھا، لیکن اب وہ بھی رائج ہے، مگر اس کے رواج سے قبل بھی اگر اس صورت وشکل کا سوال اُٹھایا جاتا تو اس کو بھی حرام ہی کہا جاتا۔

اسی طرح ''ٹی وی'' کے پردے پر آنے والی صورت کو یہ کہہ کر حرمت کے حکم سے کیوں کر خارج کیا جاسکتا ہے کہ یہ تصویریں کفار میں پوجی نہیں جاتیں؟ آج اگر نہیں پوجی جاتیں تو ہوسکتا ہے کہ کل ان کی بھی عبادت وپوجا کی جائے اور یہ بعید از امکان نہیں ہے۔ آج اس دور ترقی میں کیا کیا نہیں ہو رہا ہے، اگر ٹی وی کو اس طرح مندروں اور کفار کی عید برات میں رکھا جائے کہ اس پر ان کے باطل خداؤں کی تصاویر آتی جائیں اور مشرکین وکفار ان کی پوجا کرنے لگیں، تو کیا یہ ناممکن اور خارج از امکان ہے؟

کیا قادیانی فرقہ کے لوگ اپنی عبادت گاہوں میں ''ٹی وی'' رکھ کر اپنے امام کا خطبہ نہیں سن رہے ہیں اور اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھ رہے ہیں؟ اگر یہ ہوسکتا ہے تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کفار اپنی مندروں میں ''ٹی وی'' کے ذریعہ اپنے

معبودانِ باطلہ کی پوجا و پرستش کا کوئی سلسلہ قائم کردیں۔

الغرض تصویر خواہ فی الحال پوجی جاتی ہو یا اس کے پوجے جانے کا امکان ہو، دونوں ہی اسلام میں ناجائز ہیں، لہٰذا حضرت مولانا کا یہ فرمانا کہ صرف منحوت یا منقوش تصاویر ہی وہ ہیں جن کی کفار عبادت کیا کرتے تھے، اس لیے ''ٹی وی'' کی تصاویر اس قبیل کی نہیں، اس لیے یہ جائز ہیں، خالی از اشکال نہیں، بلکہ قابلِ اشکال ہے۔

۳-تیسرے اس لیے کہ ہم نے اوپر یہ ثابت کیا ہے کہ ہر پروگرام میں ''ٹیلی ویژن'' ٹکنالوجی کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ اولاً اس کو کیمرے میں اُتارا جائے اور پھر اس کو اسکرین پر دکھانے کے قابل بنانے کے واسطے ''الیکٹریکل سگنل'' میں تبدیل کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصویر تو وہاں بھی ضرور ہوتی ہے اور برقی کیمرے کے ذریعہ ہی اس کو بھی لیا جاتا ہے، اور خود مولانا موصوف بھی اس کے قائل ہیں کہ برقی کیمرے سے لی جانے والی تصویر بھی ممنوع تصویر ہی کے حکم میں ہے۔ اور ہم نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ راست نشریہ میں بھی یہ تصویر محفوظ ہوتی ہے اور اسی لیے اس کا (Replay) کرنا ممکن ہوتا ہے۔

رہا حضرت مولانا کا یہ کہنا کہ ''ٹی وی'' کی تصاویر 'علی صفۃ الدوام' ثابت نہیں ہوتیں اور ''تصویر وہی ہے جو علی صفۃ الدوام ثابت و مستقر ہو''، یہ بات صحیح نہیں ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ''تصویر وہ ہے جس کا علی صفۃ الدوام ثابت رکھنا ممکن ہو، چاہے وہ ثابت رکھی جائے یا نہ رکھی جائے'' اور میں اوپر کہہ آیا ہوں کہ 'ٹی وی' کی تصویر اولاً کیمرے میں اُتاری جاتی ہے اور وہ محفوظ بھی ہوتی ہے اور اس لیے اس کا (Reply) کرنا ممکن ہوتا ہے، پھر اس کو اسکین کیا جاتا ہے اور اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ ''ٹی وی'' کے پردے پر نظر آسکے، پھر اس تصویر کو اگر باقی رکھنا چاہتے ہیں تو اس

کی فلم بنالی جاتی ہے اور اگر محفوظ نہ رکھنا چاہیں تو اس کی فلم نہیں بنائی جاتی ،مگر اس سے اس تصویر کے تصویر ہونے پر کیا اثر پڑتا ہے؟

اگر مولانا کی یہ بات تسلیم کرلی جائے تو اس سے وہ تمام تصاویر جائز ہوجانی چاہئیں، جو علی ُصفۃ الدوام' نہ بنائی جائیں ،مثلاً ایک شخص تفریح میں جاتا ہے اور وہاں اپنی تصویر لیتا یا کھینچواتا ہے مگر بعد میں اس کو ضائع کردیتا ہے،تو کیا محض اس لیے کہ یہ 'علی صفۃ الدوام' نہیں بنائی گئی ،اس تصویر سازی کی اجازت دی جائے گی؟

نہیں، بلکہ یوں کہا جائے گا یہ بھی ناجائز ہے اور اس لیے ناجائز ہے کہ اگرچہ 'علی صفۃ الدوام' نہیں بنائی گئی ،مگر 'علی صفۃ الدوام' اس کا ثابت رکھنا ممکن ہے۔ اسی طرح 'ٹی وی' کی تصاویر 'علی صفۃ الدوام' ثابت ومستقر نہ ہونے کے باوجود ان کا 'علی صفۃ الدوام' باقی وثابت رکھنا ممکن تو ہے،اس لیے یہ بھی ناجائز ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ کیمرے کی تصویر تو 'علی صفۃ الدوام' ہوتی ہی ہے،اس لیے وہ تو ناجائز ہے مگر ''ٹی وی'' کی تصاویر 'علی صفۃ الدوام' نہیں ہوتیں،تو عرض ہے کہ یہ بات بجائے خود غلط ہے اور ہم نے اوپر اس کو ثابت کیا ہے کہ ''ٹی وی'' کی ہر تصویر جو اس کے کیمرے میں اُتاری جاتی ہے وہ 'علی صفۃ الدوام' ہوتی ہے اور اسی لیے اس کا دوبارہ دکھانا ممکن ہوتا ہے ، ہاں اس کے بعد اس کو ثابت وباقی رکھنا یا نہ رکھنا ، یہ الگ بات ہے، اس لیے اس میں اور کیمرے کی تصویر میں بنیادی طور پر کوئی قابلِ لحاظ فرق نہیں ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا کو کسی چیز کے 'علی صفۃ الدوام' نہ ہونے اور 'علی صفۃ الدوام' باقی نہ رہنے میں اشتباہ ہوگیا، 'علی صفۃ الدوام' نہ ہونا تو یہ ہے کہ فی الحال اس میں ثابت وباقی رہنے کی صلاحیت نہ ہو، جیسے آئینے یا پانی کے عکس میں یہ بات

نہیں ہوتی، اور اسی لیے یہ عکس ہے اور جائز ہے، اور 'علی صفۃ الدوام' باقی نہ رہنا یہ ہے کہ فی الحال تو اس میں باقی رہنے کی صفت ہے کہ اگر چاہے تو اس کو باقی رکھا جا سکتا ہے، مگر باقی رکھا نہیں جاتا، مثلاً ضائع کر دیا جاتا ہے، تو یہ عکس نہیں ہے بلکہ تصویر ہے کیوں کہ پائیدار ہے اور اس لیے یہ ناجائز ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ دو باتیں نہ واقعہ کے لحاظ سے یکساں ہیں اور نہ حکم کے لحاظ سے یکساں ہیں مگر حضرت نے ان دونوں کو یکساں خیال فرمالیا، اس لیے ایک کا حکم دوسری جگہ بیان فرمادیا۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا کی یہ بات جمہور علماء وفقہا کے بھی خلاف ہے کیوں کہ مالکیہ کے مشہور قول میں اور شافعیہ کے نزدیک ایسی تصویر بنانا بھی ناجائز ہے جو 'علی صفۃ الدوام' نہ ہو، مثلاً گوندھے ہوئے آٹے میں یا حلوے یا کسی پھل کے چھلکے وغیرہ میں اگر تصویر بنائی جائے جو عام طور پر باقی نہیں رہتی، تو ان حضرات کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔

چنانچہ "**الموسوعة الفقهية**" میں ہے کہ:

" للمالكية قولان في الصور التي لاتُتَّخَذُ للإبقاء كالتي تُعْمَلُ من العجين ، وأشهر القولين المنع ، وكذا نقلهما العدوى ، وقال : إن القول بالجواز هو لأصبغ ، ومثّل له بما يُصْنَعُ من عجين أو قشر بطيخ، لأنه إذا نشف تقطع ، وعند الشافعية : يحرم صنعها ولايحرم بيعها ، ولم نجد عند غيرهم نصاً في ذلك."(۱)

(مالکیہ کے ان تصاویر کے بارے میں دو قول ہیں جو باقی رکھنے کے لیے نہ بنائی جائیں، جیسے وہ صورتیں جو گوندھے ہوئے آٹے سے بنائی جاتی ہیں ، ان

(۱) الموسوعة الفقهية: ۱۲/۱۱۱-۱۱۲

کا مشہور قول منع ہی کا ہے اور ان دونوں اقوال کو علامہ عدوی نے بھی نقل کیا ہے اور فرمایا کہ جواز کا قول امام اصبغ کا ہے اور ایسی تصویر کی مثال یہ بیان کی جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے یا تربوز کے چھلکے سے بنائی جائے؛ کیوں کہ جب وہ سوکھ جاتا ہے تو وہ تصویر بھی ٹوٹ جاتی ہے، باقی نہیں رہتی، اور شوافع کے نزدیک اس قسم کی تصاویر کا بنانا حرام ہے، بیچنا حرام نہیں، اور ہم نے اس بارے میں ان حضرات کے علاوہ دوسروں کی تصریح نہیں پائی)

اس میں بتایا گیا ہے کہ تصویر صرف وہی ناجائز نہیں ہے جو 'علی صفۃ الدوام' بنائی جائے، بلکہ اگر 'علی صفۃ الدوام' نہ ہو تب بھی مالکیہ کے مشہور قول میں اور شافعیہ کے نزدیک ناجائز ہے اور مالکیہ میں سے صرف امام اصبغ اس کے جواز کے قائل ہیں اور اگرچہ علماء حنفیہ وحنابلہ کی اس سلسلہ میں کوئی تصریح نہیں ملی، لیکن ان کے اصول پر بھی یہی بات ہونا چاہئے؛ کیوں کہ ان حضرات کے نزدیک بھی تصویر سازی مطلقاً حرام ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر علماء کے حوالے اس سلسلہ میں پیش کئے ہیں۔

الغرض تصویر خواہ 'علی صفۃ الدوام' بنائی جائے یا 'علی صفۃ الدوام' نہ بنائی جائے بہر صورت وہ ناجائز ہے۔

۴- چوتھے اس وجہ سے کہ ویڈیو کی تصاویر کے بارے میں مولانا موصوف کا یہ کہنا کہ یہ تصاویر نہیں؛ کیوں کہ اس میں صورت محفوظ نہیں ہوتی، بلکہ برقی ذرات ہوتے ہیں، یہ بھی محل تامل ہے۔

اس لیے کہ یہ دلیل اگر مان لی جائے تو پھر کیمرے کی تصاویر کو بھی حرمت کے حکم سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے؛ کیوں کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ کیمرے میں بسا اوقات اس قدر باریک قسم کی تصاویر لی جاتی ہیں کہ صورت وشکل واضح نہیں ہوتی، بلکہ عام طور پر

بھی جو تصاویر لی جاتی ہیں ان کو کیمرے کی ریل میں دیکھنا چاہیں تو آنکھ وناک کا کوئی نقشہ معلوم نہیں ہوتا اور مخصوص شخص کو پہچانا نہیں جا سکتا، تو کیا اس بنا پر (کم از کم نگیٹیو کی حد تک) کیمرے کی تصاویر کو جائز قرار دیا جائے گا، کہ کیمرے میں ان صورتوں کا کوئی واضح نقشہ نہیں محسوس ہوتا؟ کیوں کہ حضرت مولانا کی اس دلیل سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ تصویر اسی وقت تصویر ہے جب کہ اس کے آلہ میں بھی وہ اسی طرح نظر آئے جس طرح آلہ سے باہر نظر آئے، حالاں کہ یہ بات خود ایک دعویٰ ہے جو محتاجِ دلیل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۵- پانچویں اس لیے کہ اصل چیز جس کو دیکھنا ہے وہ نتیجہ اور مقصد ہے، نہ کہ ذرائع ووسائل؛ کیونکہ ذرائع ووسائل کچھ بھی ہوں، ان کی مستقل کوئی اہمیت نہیں، اصل یہ دیکھنا ہے کہ وہ چیز جو ان ذرائع سے حاصل کی جارہی ہے وہ کیا ہے؟ اس اصول پر 'ویڈیو' کے بارے میں یہ کہنا کہ ''اس میں برقی ذرات ہوتے ہیں اور اس میں دور بین سے بھی دیکھا جائے تو اس میں کوئی تصویر نہیں ملے گی، اس لیے اس کی تصویر تصویر نہیں'' نہایت ہی قابل تعجب بات ہے؛ کیوں کہ جب 'ویڈیو' کو چلایا جاتا ہے تو اس میں جو نظر آتا ہے وہ آخر اس کے اندر ہی تو تھا جو اب باہر نظر آرہا ہے؟ اگر اس میں پہلے سے یہ نہیں تھا تو کہاں سے اب آ گیا؟ معلوم ہوا کہ اس میں یہ محفوظ تھا مگر دوسری شکل میں تھا اور وہی محفوظ چیز اب باہر اسکرین پر نظر آرہی ہے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ذرائع ووسائل کیسے بھی ہوں اور اس میں جس طریقے سے چاہے کام کیا جائے، اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا، جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔

'' **فتاوی اللجنة الدائمة** ''میں ایک سوال کے جواب میں کہا گیا ہے، اور اس فتوے پر چار حضرات علماء کے دستخط ہیں: شیخ علامہ عبدالعزیز ابن باز، شیخ عبد

الرزاق عفیفی، شیخ عبداللہ بن غدیان اور شیخ عبداللہ بن قعود، فتوے میں ہے کہ:

"وليس التصوير الشمسي مجرد انطباع ، بل عمل بآلة ينشأ عنه الانطباع فهو مضاهاة لخلق اللّٰه بهذه الصناعة الآلية ، ثم النهي عن التصوير عام ، لما فيه من مضاهاة خلق الله ، والخطر على العقيدة والأخلاق ، دون نظر إلى الآلة والطريقة التي يكون بها التصوير"(۱)

ایک مصری عالم شیخ ابو ذر قلمونی نے اپنی کتاب " **فتنة تصوير العلماء والظهور في القنوات الفضائية**" *میں اسی شبہ کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:*

" ان التفريق بين الصور التي ورد تحريمها في النصوص و بين هذه الصور بأن هذه " موجات الكترونية" تفريق بوصف ملغي لا اعتبار لها في الشرع لأن الشرع علق الحكم على وصف المضاهاة ، فهو الوصف المؤثر في الحكم ، أما طريقة مضاهاة الصورة فهو وصف طردي لم يتعرض له الشارع"(۲)

اور خود حضرت مولانا نے اس بات کو کیمرے کی تصویر کے بارے میں تسلیم کیا ہے، چناں چہ آپ نے " **تكملة فتح الملهم**" *میں فرمایا کہ:*

"والواقع أن التفريق بين الصُوَرالمرسومة والصُوَرالشمسية لاينبغى على أصل قوى ، ومن المقرّر شرعاً أن ماكان حراماً أوغير مشروع في أصله لايتغيرحكمه بتغير الألة ، فالخمرحرام سواء خُمِّرَتُ باليد أو بالماكينيات الحديثة ، والقتل حرام سواء باشره المرء بسكّين أوبإطلاق الرصاص، فكذلك الصورة قد نهى الشارع عن صنعها و اقتنائها، فلافرق بينما كانت الصورة قد اتخذت بريشة المصور أو بآلات الفوتوغرافية."

---

(۱) **فتاوى اللجنة الدائمة**:۱/۴٦٦، *رقم الفتوى*:۴۵۱۳ (۲) *فتنة تصوير العلماء*:۴٦

(یعنی واقعہ یہ ہے کہ ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویر اور عکسی تصویر کے مابین فرق کرنا کسی قوی اصول پر مبنی نہیں ہے اور یہ بات شرعاً طے ہے کہ جو چیز اصل اعتبار سے حرام یا غیر مشروع ہے اس کا حکم آلات کے بدل جانے سے نہیں بدلتا، مثلاً شراب حرام ہے، خواہ ہاتھ سے بنائی جائے یا جدید مشینوں کے ذریعہ بنائی جائے اور قتل حرام ہے خواہ آدمی چھری سے اس کو انجام دے یا بندوق کی گولی سے، اسی طرح تصویر ہے کہ شارع نے اس کو بنانے اور رکھنے سے منع فرمایا ہے، پس اس میں کوئی فرق نہیں کہ تصویر، تصویر بنانے والے کے قلم سے بنائی جائے یا فوٹو گرافی کے آلات سے بنائی جائے۔(۱)

حضرت مولانا موصوف نے اس عبارت میں جو بات ارشاد فرمائی ہے، بعینہٖ وہی بات ''ٹی وی'' اور ''ویڈیو'' کی تصویر پر بھی صادق آتی ہے؛ کیوں کہ ان میں بھی تصویر ہوتی ہے اور وہ 'الکٹرانک آلات' کے واسطے سے 'ٹی وی' کے پردے پر ظاہر ہوتی ہے ، تو اس واسطے اور آلہ کے بدل جانے سے حکم میں کوئی فرق نہ ہونا چاہئے۔

اسی طرح مولانا کا یہ فرمانا کہ ویڈیو میں تصویر محفوظ نہیں ہوتی، صحیح نہیں ہے بلکہ محفوظ ہوتی ہے اور اسی وجہ سے موقعہ پر اس کو دیکھا جا سکتا ہے، چاہے اس کے محفوظ ہونے کی شکل کچھ بھی ہو۔

فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''ویڈیو کے فیتے میں تصویر محفوظ ہوتی ہے ، جب چاہیں جتنی بار چاہیں ''ٹی وی'' کی اسکرین پر اس کا نظارہ کر لیں، اور یہ تصویر تابعِ اصل نہیں بلکہ اس سے بالکل

(۱) تکملۂ فتح الملہم: ۱۶۳/۴

لاتعلق اور بے نیاز ہے، کتنے ہی لوگ ہیں جو مرکھپ گئے، دنیا میں ان کا نام ونشان نہیں، مگر ان کی متحرک تصویریں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں، اگر یہ منطق تسلیم کر لی جائے کہ فیتے میں تصویر محفوظ نہیں بلکہ معدوم ہے اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش اسکرین پر جا کر تصویر بنا دیتے ہیں تو اس لا حاصل تقریر سے اصل حکم پر کیا اثر پڑا؟ تصویر محفوظ ماننے کی تقدیر پر ''ٹی وی'' صرف تصویر نمائی کا ایک آلہ تھا، اب تصویر سازی کا بھی آلہ قرار پایا، کہ صرف تصویر دکھاتا ہی نہیں، بناتا بھی ہے، اب تو اسکی قباحت دوچند ہوگئی ہے، مختصر یہ کہ ''ٹی وی'' اور ویڈیو کیسٹ کی تصویر کے متعلق زائد از زائد یہ کہا جا سکتا ہے کہ سائنس کی ترقی نے فنِ تصویر سازی کو ترقی دے کر اس میں مزید جدت پیدا کر دی اور تصویر سازی کا ایک دقیق انوکھا طریقہ ایجاد کر لیا۔''(۱)

ہم نے اس مسئلہ پر ایک اہم ضرورت سمجھ کر قلم اُٹھایا ہے اور حضرت مولانا موصوف زید مجدہم کے اس سلسلہ میں نظریہ پر یہ تبصرہ وجائزہ بھی اسی لیے پیش کیا ہے، مولانا موصوف اگرچہ علم وفقہ میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں اور ہم ان کے خوشہ چیں ہیں، تاہم علمی اختلاف دلائل کی روشنی میں ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اکابر وسلف میں اس کی بے شمار نظیریں ملتی ہیں کہ استاذ سے شاگردوں نے اختلاف کیا اور بڑوں سے ان کے خوردوں نے اختلاف کیا۔ امید ہے کہ احقر کی یہ گزارشات بارِ خاطر نہ ہوں ہوگی اور اگر اس بارے میں مجھ سے لغزش ہوئی ہو تو اس میں رہنمائی فرمائیں گے۔

متحرک تصاویر اور ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہاں یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہے کہ بعض حضرات کو یہ غلط فہمی ہے کہ ''ٹی

(۱) احسن الفتاویٰ: ۳۰۲/۸

وی'' کی تصاویر چونکہ ''متحرک تصاویر'' ہیں اس لئے وہ پائیدار نہیں اور عکس کی طرح ہیں، لہٰذا جائز ہیں۔

مگر یہ بات بھی صحت سے بعید ہے؛ کیونکہ ان متحرک تصاویر کے بارے میں ہم نے ابھی واضح کر دیا کہ یہ تصاویر کے حکم میں ہیں، نہ کہ عکس کے حکم میں، اس سے قطع نظر یہاں ایک بات یہ بھی عرض کرنا ہے کہ جب یہ تسلیم ہے کہ ثابت و پائیدار تصاویر حرام ہیں تو اسی سے یہ بھی لازم آ گیا کہ متحرک تصاویر بھی حرام ہیں، بلکہ بدرجۂ اولی حرام ہیں؛ کیونکہ اگر ثابت تصاویر میں حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تخلیق باری تعالی کی نقالی ہے، جیسا کہ احادیث میں ہے تو ''ٹی وی'' کی صورتوں میں یہ علت عام تصاویر سے زیادہ پائی جاتی ہے، کیونکہ عام تصاویر میں تو محض صورت میں نقالی ہے تو ''ٹی وی'' کی تصاویر میں حرکات وسکنات اور افعال واعمال کی بھی نقالی ہے۔ اب یہ سوچئے کہ جب محض صورت وشکل کی نقالی پر شریعت نے حرمت کا حکم لگایا ہے تو حرکات وسکنات اور افعال واعمال میں بھی نقالی کی جائے تو کیا یہ جائز ہوگا یا بدرجۂ اولی ناجائز ہوگا؟

معلوم ہوا کہ ''ٹی وی'' کی صورتیں عام تصاویر سے زیادہ حرام و ناجائز ہیں؛ کیونکہ ان میں وجہ حرمت بھی زیادتی کے ساتھ پائی جاتی ہے۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان

مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور